سوال نمبر2(الف)(i) **بزرگ کے لیے بڑی آزمائش:-** بزرگ کے لیے بڑی آزمائش یہ تھی کہ اس کے کمرے اور آخری سیڑھی کے درمیان کم و بیش دس گز کا فاصلہ تھا۔ یہ فاصلہ بزرگ کے لیے آزمائش کا مرحلہ بنتا اور وہ تھک جایا کرتے تھے۔

سوال نمبر2(الف)(ii) **کمرے کا دروازہ بند دیکھ کر اطمینان:-**
بزرگ کو اپنے کمرے کا دروازہ بند دیکھ کر اطمینان اس لیے ہوتا تھا کہ اسے اس بات کا یقین ہو جاتا تھا کہ اُس کا کمرہ کسی قدر اُس کے پوتے پوتیوں کے حملے سے محفوظ رہا ہے۔

سوال نمبر2(الف)(iii) **بزرگ کو پریشانی:-**
بزرگ کو اس چیز سے پریشانی ہوتی تھی جب اس کے کمرے کے دروازے کو دو تین پٹ کھلے ہوتے تھے اور دروازے کے باہر کمرے کی کوئی نہ کوئی چیز بکھری ہوتی تھی۔ بس اسی بات سے دادا اپنے پوتے پوتیوں سے پریشان رہا کرتے تھے۔

سوال نمبر 2(الف) (iv)

مصنف کا بزرگ کی کیفیت بیان کرنا:

مصنف نے بزرگ کی پریشانی کی کیفیت کو ایسے بیان کیا ہے کہ بزرگ کی پیشانی شکن آلود ہو جاتی تھی اور چہرے کی جھریاں زیادہ نمایاں ہو کر اُس کی کرب انگیزی کیفیت کا اظہار کرنے لگتی تھیں۔

سوال نمبر 2(الف) (v)

بچوں نے کمرے کی تباہی مچائی:-

بچوں نے اُس روز صحن اور اس کی دونوں بہنوں نے معمول سے زیادہ تباہی مچادی تھی۔ پلنگ کی چادر جس بزرگ کی ہوتے صرف ایک روز پہلے ہی بدلا گیا۔ اس پر بے انتہا مکھیاں بھنبھنا رہی تھیں۔ کیونکہ بچوں نے پلنگ پر بیٹھ کر کوئی میٹھی چیز کھائی کم اور گرائی زیادہ تھی۔

سوال نمبر 2(الف) (vi)

مکھیاں بھنبھنا رہی تھیں:-

مکھیاں بزرگ کے پلنگ پر بھنبھنا رہی تھیں کیونکہ اُس کے پوتا پوتیوں نے (کل) پلنگ پر بیٹھ کر کوئی میٹھی چیز کھائی کم اور گرائی زیادہ تھی۔ اسی مٹھاس پر بے انتہا مکھیاں آگئیں تھیں۔

سوال نمبر2(الف)(vii) **دروازے کے پٹ کھلے ہونا:-**

دروازے کے پٹ کھلے ہونا اس بات کی علامت تھی کہ اُس کے پوتا پوتیوں نے اُس کی غیر موجودگی میں کمرے میں داخل ہوئے اور اُس کے کمرے کی ہر چیز پر حملہ ہوا ہے اور ضرور کوئی نہ کوئی چیز بکھری پڑی ہوئی تھی۔

سوال نمبر2(الف)(viii) **عبادت کا مرکزی خیال:** بزرگ کا کمرہ آخری سیڑھی سے ۱۵ گز کے فاصلے پر تھا جس سے اُسے ایک بڑی آزمائش کا سامنا تھا۔ اکثر اس کے پوتا پوتی کمرے میں گھس کر تمام چیزیں ادھر ادھر کر دیتے تھے۔ ایک روز اُس کا پوتا محمود اپنی دونوں بہنوں کے ساتھ گھسا اور معمول سے زیادہ تباہی مچادی۔ پلنگ پر بیٹھ کر انہوں نے میٹھی چیز کھائی کم اور گرائی زیادہ تھی بس انہی مناظر کی وجہ سے بزرگ تنگ آگیا تھا اور سکون کے لیے اولڈ ایج ہوم جا کر رہنے لگا۔

سوال نمبر 2(ب) (i) **اللہ تعالیٰ کی شان:**

پہلے شعر میں شاعر "امیر مینائی" کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی ذات تنہائی میں بھی ہمارے ساتھ ہوتی اور (یعنی) جب محفل میں ہوں وہاں بھی موجود ہوتی ہے۔ اللہ کی ذات لاکھ پردوں میں چھپی ہوئی ہے لیکن اُس کی موجودگی کا احساس کائنات کی ہر شے واضح طور پر بتاتی ہے۔ "بے شک اللہ تو تمہاری شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے۔"

سوال نمبر 2(ب) (ii) **خاکِ راہِ طیبہ:-** شاعر کے نزدیک خاکِ راہِ طیبہ یعنی "مدینہ منورہ کی خاک" کو سرمۂ چشمِ بصیرت اور خاک شفا کی اہمیت حاصل ہے۔ یہ ان کی آنکھ سے عین کا تقاضا ہے کہ اُن کے لیے مدینہ منورہ کی خاک وہ سرمہ ہے جو آنکھوں کو حق، سچائی اور اچھائی دیکھنے کی صلاحیت دیتا ہے اور وہ خاک ہے جس سے مریضوں کو شفا حاصل ہوتی ہے۔ یہی خاک آنکھوں کی ٹھنڈک کا باعث ہے۔

سوال نمبر 2(ب) (iii) **عشق کے بارے میں شاعر کا کہنا ہے:-**

شاعر نے عشق کے بارے میں اپنے محبوب سے مخاطب ہو کر یہ کہا کہ اے محبوب! جو تو میرے عشق کی گستاخی کرتا ہے نا، دیکھ لینا خود تجھ میں کیا تبدیلیاں آئیں گی۔ اے حُسن اور حیا والے! عشق ہی تجھے سکھائے گا شوخی بھی اور شرارت بھی۔

سوال نمبر 2(ب) (iv) **حالِ دل لکھنے سے قاصر:-**

شاعر اپنے محبوب کو حالِ دل لکھنے سے اس لیے قاصر تھے کہ شاعر کو محبوب کی جدائی کے غم نے اس موڑ پر لا کر کھڑا کر دیا ہے کہ لگتا ہے کہ کسی نے جسم میں سے دل کو جُدا کر دیا ہے دل پر اس درد کا سایہ چھایا ہوا ہے کہ ہاتھ ہے کہ دل سے جدا ہی نہیں ہوتا۔ ہاتھ کو دل سے ہٹاؤں تو کوئی اپنا حال لکھ سکوں لیکن ہاتھ ہے کہ دل کو سہارا دیا ہوا ہے۔

سوال نمبر 2(ب) (v) **نوجوانوں کا اسلاف سے موازنہ :-**

شاعر نے نوجوانوں کا موازنہ اُن کے اسلاف سے اِس لیے کیا ہے کہ علامہ اقبال کہتے ہیں کہ اے نوجوان! تیری صورتِ حال دیکھ کر مجھے یقین ہوتا ہے کہ تجھے تیرے آباؤ اجداد سے کوئی نسبت ہو ہی نہیں سکتی۔ کہاں وہ تھے اور کہاں تو ہے تو کفار ہے اور وہ اصل کردار تھے۔ تو ثابت ہے اور وہ ایک ستارہ تھے تو کہکشاں کا ایک ٹوٹا ہوا تارا ہے۔

سوال نمبر 2(ج) (i)

کنایہ کی تعریف:-

کنایہ کے لفظی معنی ہیں "اشاروں میں بات کرنا"۔ جب کوئی لفظ اپنے حقیقی کے بجائے مجازی معنوں میں اس طرح استعمال ہو کہ اُس کے مجازی معنی تو مراد لیے جا سکتے ہیں لیکن ذرا غور و فکر کرنے سے اُس کے حقیقی معنوں تک جایا جا سکتا ہے۔ اِسے کنایہ کہتے ہیں۔

شعری مثال:-

کتنا بدنصیب ہے ظفر دفن کے لیے
دو گز زمین بھی نہ ملی کوئے یار میں

سوال نمبر 2(ج) (ii)

ترکیب نحوی کریں:-

"سلیم کتاب پڑھ رہا ہے"

سلیم	کتاب	پڑھ رہا ہے
فاعل	مفعول	فعل تام

یہ جملہ فعلیہ کی مثال ہے۔

سوال نمبر 2(ج) (iii)

مجاز مرسل سے مراد:- "جب کوئی لفظ اپنے حقیقی کے بجائے مجازی معنوں میں اس طرح استعمال ہو کہ اس کے حقیقی اور مجازی معنی میں تشبیہ کا تعلق نہ ہو بلکہ کوئی اور تعلق ہو تو اُسے مجازِ مرسل کہتے ہیں۔ اگر تشبیہ کا تعلق موجود ہو تو اُسے استعارہ کہا جاتا ہے۔

شعری مثال:-

۱- عمر دراز مانگ کر لائے تھے چار دن
دو آرزو میں کٹ گئے دو انتظار میں

۲- جزو بہ کر کل مراد لینا: کھانا کھانے سے پہلے بسم اللہ پڑھا کرو۔

سوال نمبر 2(ج) (iv)

دو معنی الفاظ کی تعریف:-

ایسے الفاظ جو لکھنے اور بولنے میں ایک جیسے ہوں (لگتا) لیکن بطورِ معنی ایک دوسرے سے مختلف ہوں تو انھیں ہم دو معنی الفاظ کہتے ہیں۔

مثال:- "عرض"

۱- عرض	زمین	ہمیں عرض پاکستان پر بہت فخر ہے اور بے انتہا محبت بھی ہے
۲- عرض	درخواست	میرا اتنا اصرار کرنے کے باوجود بھی انہوں نے میری عرض نہ سنی

سوال نمبر 3 (صفحہ نمبر 1)

"حوالہ متن"

سبق کا نام: چغل خور
مصنف کا نام: شفیع عقیل
صنف: لوک کہانی

حل لغت:-

الفاظ	معنی
ایک دوسرے پر پل پڑے	ایک دوسرے کے ساتھ لڑنے لگ گئے
سر پھٹول ہوئی	شدید قسم کی لڑائی
خون میں نہا گئے	خون سے بھر گئے

سیاق وسباق:- چغل خور کی کی ہوئی چغلی کی وجہ سے شوہر کی اُسکے سالوں کے ساتھ اور بھائیوں کے ساتھ خوب لڑائی ہوئی جس کا اسی نتیجہ یہ نکلا کہ نقصان صرف اپنی کہ ہوا اور اصل آگ لگانے والا شخص گاؤں چھوڑ کر بھی جا چکا تھا۔

تشریح:- یہ سبق "چغل خور" مصنف "شفیع عقیل" نے لکھا ہے۔ یہ دراصل میں ایک لوک کہانی ہے۔ لوک کہانی کسی بھی معاشرے یا تہذیب کی ایسی سنی سنائی کہانی ہوتی ہے جو نسل در نسل آگے چلتی جاتی ہے لیکن اس کے مصنف کا کوئی پتہ نہیں ہوتا۔ لوک کہانیوں میں محبت، بہادری، اور جیت سے

سوال نمبر 3 (صفحہ نمبر 2) پہلو سیکھنے کو ملتے ہیں۔ اس واقعے کا پس منظر دیکھا جائے تو یہ ہوتا ہے کہ چغل خور اپنی عادت سے مجبور ہو کر میاں بیوی کے درمیان اور شوہر کے سالوں اور بھائیوں میں چغلی کر دیتا ہے جس کی وجہ سے سارے اس کنبے کے گھر میں جمع ہو جاتے ہیں۔ سب اپنی اپنی وجہ کی بنا پر آپس میں لڑنے لگتے ہیں۔

"چغلی ایسی آگ ہے جو سب کچھ جلا دیتی ہے
بچتا کچھ نہیں، بس خاک رہ جاتی ہے"

شدید قسم کی لڑائی ہوئی، لاٹھیاں چلیں، سب خون میں نہا گئے۔ ارد گرد کے گھروں میں کام کرنے والے دوسرے لوگ بھاگ کر آتے ہیں اور بیچ بچاؤ کر کے انہیں ایک دوسرے سے الگ کرتے ہیں۔ پھر جب ان کا غصہ ٹھنڈا ہوتا ہے تو ان سے لوگ پوچھتے ہیں "تم لوگ اس طرح کیوں لڑ رہے تھے؟" اس پر سب نے اپنی اپنی وجہ بتائی کہ کیوں ایک دوسرے پر آیا تھا اور اس نے یہ یہ بتایا تھا۔ پھر جب سب نے اپنی اپنی بات بتائی تو پتا چلا کہ یہ سب کچھ اس چغل خور کا کیا دھرا ہے۔ وہ سارے مل کر چغل خور کی تلاش میں نکل گئے لیکن اس وقت تک وہ چغل خور گاؤں چھوڑ کر جا چکا تھا۔

سوال نمبر 4 (صفحہ نمبر 1)

"حوالہ متن"

نظم کا نام: خطاب جوانان اسلام

شاعر کا نام: علامہ محمد اقبال

صنف: نظم

حل لغت:

الفاظ	معانی
آغوشِ محبت	محبت کے سائے میں
کچل ڈالا	روند ڈالا
تاج سردارا	ایرانی بادشاہ دارا کا تاج
شتربانوں	اونٹ والوں
عنج	نخلستان والے لوگ

مفہوم: ہمارے آبا نے ہمیں محبت سے پالا ہے جنہوں نے تاج سردارا کو پاؤں تلے روند ڈالا۔ صحرا میں رہنے والے وہ لوگ بعد میں پوری دنیا پر حکومت کرنے والے بن گئے۔ غریبی میں بھی اللہ والے عزت مند تھے۔

تشریح:- یہ نظم شاعر "علامہ اقبال" نے مسلم نوجوانوں کے سوئے ہوئے جذبے جگانے کے لیے لکھی تھی اور انہیں اُن کے آباؤ اجداد کے عظیم کارناموں اور بلند و بالا رتبے سے آگاہ کیا جائے۔ اِس نظم میں علامہ محمد اقبال نوجوانوں سے مخاطب ہو کر انہیں اُن کی پستی، ناکامیوں اور زوال کی منظر کشی کرتے

سوال نمبر 4 (صفحہ نمبر 2)

سمجھا رہے ہیں۔ شاعر کہتے ہیں کہ اے نوجوان مسلم! تجھے ایسی عظیم قوم نے پالا ہے، تیری تربیت اتنی محبت اور نرمی کے ساتھ کی ہے کہ جس نے خود اپنے ہاتھوں سے ایران کے بادشاہ دارا کا تاج اپنے پاؤں تلے کچل دیا تھا۔ اس کی حکومت ختم کر دی تھی۔ وہ صحراؤں میں رہنے والے بدو لوگ جو اونٹوں کو چرایا کرتے تھے انہوں نے اسلام قبول کیا، جہالت کے اندھیروں سے نکلے، آہستہ آہستہ یہ دنیا فتح کرتے گئے۔ وہی لوگ تھے پوری دنیا کا آئین بنانے اور چلانے والے۔ ان میں خود، بہادر، زندہ دل اور ایمان والے لوگ تھے تیرے آباؤ اجداد۔ علامہ اقبال کہتے ہیں کہ:-

ہیں تیرا نشیمن قصرِ سلطانی کی گنبد پر
تو شاہیں ہے بسیرا کر پہاڑوں کی چٹانوں میں

آخر میں علامہ اقبال کہتے ہیں کہ تیرے آباؤ اجداد غریبی، گدائی میں بھی اتنے غیرت مند تھے کہ کبھی کسی کے سامنے ہاتھ نہیں پھیلاتے تھے اور نہ ہی کسی کے سامنے جھکتے تھے۔ ان کی اس غیرت مندی پر تخت والے بھی کہتے تھے کہ ان کو زیادہ بخشش حاصل ہوگی ہم سے۔

آخر میں علامہ اقبال کہتے ہیں کہ:-

محبت مجھے اُن جوانوں سے ہے
ستاروں پہ جو ڈالتے ہیں کمند

سوال نمبر 5 (صفحہ نمبر 1)

غزل کا نام: بزمِ طفال ہے دنیا میرے آگے

شاعر کا نام: مرزا غالب

صنف: غزل

حل لغت:

الفاظ	معانی
کلیسا	عیسائیوں کی عبادت کی جگہ
ساغر و مینا	شراب

مفہوم: ایمان مجھے برائی سے روکتا ہے لیکن کفر اپنی طرف کھینچتا ہے۔ ایک جگہ کعبہ ہے اور دوسری جگہ کلیسا۔ ہاتھوں میں اب طاقت نہیں رہی لیکن آنکھیں اب بھی کام کرتی ہیں اور دل زندہ ہے۔

تشریح: یہ غزل شاعر "مرزا غالب" نے لکھی ہے آپ ایک ناموَر شاعر ہیں جن کی شاعری سادہ ہوتی ہے اور حقیقت پر مبنی ہوتی ہے آپ کے افکار و خیالات بہت بلند ہیں۔ شاعر کہتے ہیں کہ ایمان کی طاقت ہے جو مجھے برائی سے روکتی ہے اور اپنی طرف کھینچتی ہے لیکن دوسری جانب کفر جو کہ ایک آسان راستہ ہے مجھے اپنی طرف بلاتی ہے۔

سوال نمبر 5 (صفحہ نمبر 2)

میرے پیچھے کعبہ ہے اور میرے
آگے کلیسا ہے لیکن پھر بھی / میں اپنے
ایمان سے نہیں ہٹا۔

دوسرے شعر میں شاعر کہتے ہیں کہ اب
میرا آخری وقت چل رہا ہے۔ میں بڑھاپے کی
وجہ سے میرے ہاتھ کام کرنا بند کر گئے ہیں۔
ان میں طاقت نہیں رہی۔ لیکن آنکھوں
میں ابھی بھی دم ہے۔ دل ابھی زندہ ہے
آنکھیں دنیا کی حقیقتیں ابھی بھی دیکھ
سکتی ہیں اور اپنے خیالات شاعری میں
بیان سکتی ہیں۔ آنکھیں زندہ ہیں تو ان
کے سامنے سارا منظر رہے دو۔ جس کو دیکھ
کر میں داد و سکون پا لیتا ہوں۔

• بزمِ طفال ہے دنیا مرے آگے
ہوتا ہے شب و روز تماشا مرے آگے

سوال نمبر 6 (صفحہ نمبر 1)

"خط"

سوال: چچا کو عید قربان گھر آنے کی دعوت

از کمرہ امتحان،
ا-ب-ج-
۹ اپریل ۲۰۲۶ء

میرے پیارے چچا!

السلام علیکم! امید کرتی ہوں کہ آپ خیریت سے ہوں گے میں اور گھر والے بھی اللہ کے شکر سے خیریت سے ہیں۔ عید قربان آنے کی خوشی میں ہمارے گھر میں بچے اور بابا ایک اچھا اور مناسب جانور ڈھونڈنے کی تلاش میں ہیں۔ روزانہ کے وقت یہ لوگ منڈی کی طرف نکل جاتے ہیں اور منڈیوں میں چلنے والے ریٹ کا حساب لگاتے ہیں انھوں نے تو یہ اپنا روز کا کام ہی بنالیا ہے۔ ابھی کل ہی بابا آپ کے کہنے پر آپ لوگوں کا جانور لے آئے ہیں۔ آپ کی گائے بہت صحت مند اور خوبصورت ہے۔ بس گائے آنے کی دیر تھی کہ انہوں نے پورا محلہ ہی ایک سجاوٹ کی جگہ بنالی ہے۔ شام ہوتے ہی ہر طرف روشنی ہوجاتی ہے تمام محلے کے لوگ آکر بیٹھ جاتے ہیں۔ چائے وغیرہ پی جاتی ہے، پیار بھی بانٹا جاتا ہے۔ انہوں نے تو تفریح کا ہی ذریعہ بنالیا ہے۔ بابا کا کہنا ہے

سوال نمبر 6 (صفحہ نمبر 2)

کہ آپ اب گھر آجائیں تاکہ آپ بھی عید سے پہلے والی رونقوں سے لطف اندوز ہو سکیں آپ آئیں گے تو ہی اپنے جانور کی قیمت بتا کر دے دینا، بینک میں پیسے بھیجنے کی ضرورت نہیں ہے اور تو اور ابھی ہمارے بکرے بھی آئے ہیں۔ الحمدللہ بہت ہی شکر ہے اللہ کی ذات کا۔

میں امید کرتی ہوں کہ آپ عید قربان عنانے ضرور گھر آئیں گے۔ بہت خوشی ہوگی سب کو جب آپ گھر عید منائیں گے۔

والسلام،
آپ کی بھانجی،
ز۔ز۔ز۔

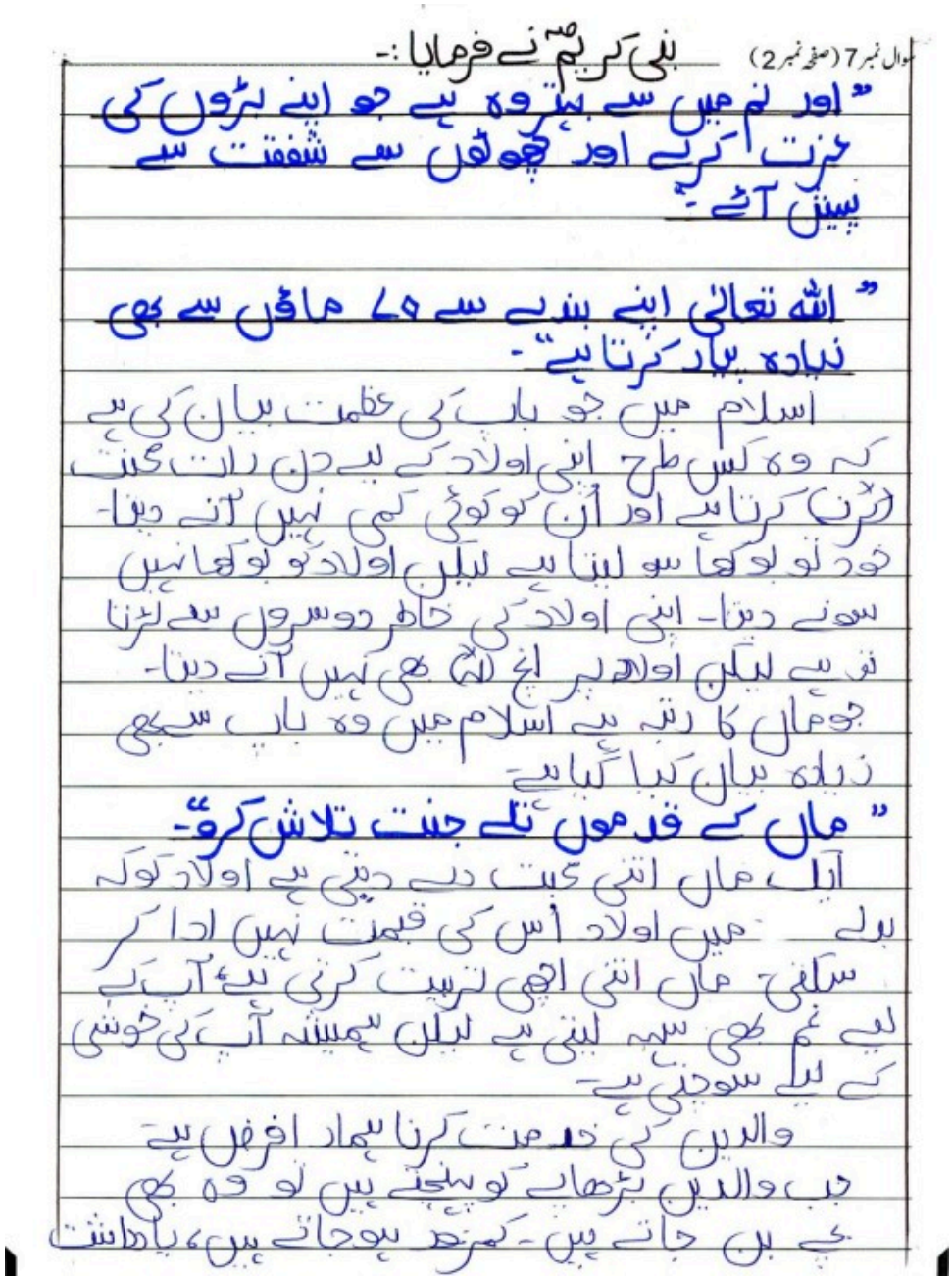
سوال نمبر 7 (صفحہ نمبر 1)

"مضمون"

عنوان:- والدین کی اطاعت

والدین اللہ کی طرف سے ایک بہت بڑی نعمت ہے۔ والدین کا زندگی میں موجود ہونا نصیب والوں کے لیے ہوتا ہے۔ والدین اپنی اولاد سے اتنی محبت کرتے ہیں اور پرکوشش کرتے ہیں کہ ہماری اولاد کو کوئی کمی نہ رہے۔ والدین کا مقام و مرتبہ اتنا بلند ہے کہ کوئی بھی دوسرا شخص اس کی جگہ نہیں لے سکتا۔ اللہ تعالیٰ نے اولاد کے لیے والدین رکھا کیے اور والدین کو اولاد رکھا کی کہ وہ اپنی زندگی میں مصروف رہیں اور اُن کی اچھی تربیت کرکے مستقبل کے لیے بہترین نوجوان تیار کریں۔ جن کے پاس والدین نہیں ہوتا تو کوئی بھی دوسرا انسان کو اُن کی اتنی محبت نہیں دے سکتا۔

ہمارے دین اسلام میں والدین کو اتنی اہمیت دی گئی ہے کہ ہر جگہ والدین کے ساتھ شفقت و محبت، نرمی اور عزت کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔ نبی کریم ﷺ کے اسوہ حسنہ سے بھی یہی پیغام ملتا ہے بار بار کے اپنے آل سے بڑوں کی عزت کرو اور چھوٹوں سے شفقت سے پیش آؤ۔



سوال نمبر 7 (صفحہ نمبر 2)

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:-

"اور تم میں سے بہتر وہ ہے جو اپنے بڑوں کی عزت کرے اور چھوٹوں سے شفقت سے پیش آئے۔"

"اللہ تعالیٰ اپنے بندے سے 70 ماؤں سے بھی زیادہ پیار کرتا ہے"۔

اسلام میں جو باپ کی عظمت بیان کی ہے کہ وہ کس طرح اپنی اولاد کے لیے دن رات محنت مزدوری کرتا ہے اور اُن کو کوئی کمی نہیں آنے دیتا۔ خود تو بھوکا سو لیتا ہے لیکن اولاد کو بھوکا نہیں سونے دیتا۔ اپنی اولاد کی خاطر دوسروں سے لڑنا تو ہے لیکن اولاد پر اُف تک بھی نہیں آنے دیتا۔ جو مال کا رتبہ ہے اسلام میں وہ باپ سے بھی زیادہ بیان کیا گیا ہے۔

"ماں کے قدموں تلے جنت تلاش کرو"۔

ایک ماں اتنی محبت دے دیتی ہے اولاد کو کہ بولے میں اولاد اُس کی قیمت نہیں ادا کر سکتی۔ ماں اتنی اچھی تربیت کرتی ہے آپ کے لیے غم بھی سہہ لیتی ہے لیکن ہمیشہ آپ کی خوشی کے لیے سوچتی ہے۔

والدین کی خدمت کرنا ہمارا فرض ہے جب والدین بڑھاپے کو پہنچتے ہیں تو وہ بھی بچے بن جاتے ہیں۔ کمزور ہو جاتے ہیں، یادداشت

سوال نمبر 7 (صفحہ نمبر 3)

کمزور ہو جاتی ہے، سہارے کی ضرورت ہوتی ہے۔ کچھ اولاد پر فرض بنتا ہے کہ اپنے والدین کی اتنی خدمت کریں کہ انھیں بڑھاپا محسوس نہ ہو اور وہ اس عمر میں سکون سے ساتھ اپنا آخری وقت گزار سکیں۔ بس اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ آپ کو جنت جیسی نعمت سے نواز سکتا ہے۔

ہمیں چاہیے کہ ہر دعا میں اپنے والدین کو شامل کیا کریں۔ اُن کی صحت یابی، مغفرت تندرستی، سکون کے لیے دعا کیا کریں۔ اُن کے سارے حقوق پورے کریں کہ اُن کو آپ سے کوئی شکایت نہ ہو اور آپ اُن کے ساتھ ساتھ اللہ کی رضامندی اور خوشنودی بھی حاصل کر سکتے ہیں۔

آخر میں اولاد کا فرض یہی بنتا ہے کہ جتنی قربانی آپ کے والدین نے آپ کے لیے دی ہیں اُن کی قیمت آپ اُن کی بھرپور خدمت کرکے (تو) فرض پورا کریں۔ انہیں سب کچھ دیا کریں اور کبھی بھی آواز اونچی نہ کریں۔ اُن کو بے حد محبت دیں اور اُن کی زندگی میں کوئی کمی نہ رہنے دیں۔